ڈیرہ غازیخان کی تاریخ اور اس کی قدیم مساجد: تاریخی تناظر کا تحقیقی مطالعہ

History of Dera Ghazi Khan and its Ancient Mosques: An Exploratory Study in Historical Perspective

Abu Bakar Siddique [1]
Dr. Ashfaq Ahmad [2]
Hafiz Abdul Rahman Madni [3]

Abstract:
Dera Ghazi Khan is an ancient city, Located in Southern Punjab Near the belt of Koh e Suleman. Which was settled by Nawab Haji Khan Mirani in the name of his son Ghazi Khan Mirani. The old city was washed away by the River Sindh and the new city was built in 1910 about 15 miles from the west of the river. There are 9 Tuman i.e. big Baloch tribes living here. In the new city, the British government built 67 blocks according to the maps. Due to its location, Dera Ghazi Khan is an important region. There were beautiful and ornate ancient mosques which fell victim to the ravages of time. There are ancient mosques and monasteries. Hindu and Sikh temples were once here- Many saints were associated with this land. Madrasahs here have lit the candle of religion throughout the religious area. There are also some Libraries which are of importance and from where students gain knowledge. In the following lines, authentic information regarding the history of Dera Ghazi Khan has been presented by deriving it from primary sources- In order to learn about the history of Dera Ghazi Khan as well as the religious and practical traditions and ancient mosques here-

Keywords: *DG khan, History, Mosques, Nawab Ghazi Khan, Merāni Baloch, Tribes*

ڈیرہ غازیخان ایک قدیم شہر ہے۔ جو کہ نواب حاجی خان میرانی نے اپنے بیٹے غازی خان میرانی کے نام پر بسایا تھا۔ قدیم شہر دریا برد ہو گیا تو نیا شہر دریا سے تقریباً ۱۵ میل دور مغرب کی طرف ۱۹۱۰ء میں بنایا گیا۔ یہاں ۹ تُمن یعنی بڑے بلوچ قبائل آباد ہیں۔ نئے شہر میں برطانوی حکومت نے ۶۷ بلاک نقشہ جات کے مطابق تعمیر کیے۔ اپنے محل وو قوع کے اعتبار سے ڈیرہ غازی خان اہمیت کا حامل خطہ ہے۔ یہاں بعض تاریخی، خوبصورت و دیدہ زیب قدیم مساجد تھیں جو حوادث زمانہ کا شکار ہوئیں۔ یہاں قدیم مساجد موجود ہیں۔ یہاں کسی زمانہ میں ہنود اور سکھوں کے معبد بھی ہوا کرتے تھے۔ کثیر اولیائے کرام اس سرزمین سے وابستہ رہے۔ یہاں کے مدارس دینیہ علاقہ بھر میں دین حنیف کی شمع کو جلائے ہوئے ہیں۔ یہاں مکتبات بھی موجود ہیں جو اہمیت کے حامل ہیں اور جن سے یہاں کے اہل علم استفادہ کرتے ہیں۔

کسی علاقے کا تعارف کروانا یا تاریخ بیان کرنا ایک مشکل امر ہے کہ تاریخ اس شہر و علاقہ کی آئینہ دار تصور کی جاتی ہے۔ تاریخ و تعارف کے ذریعے کسی بھی علاقے کی روایات، تہذیب و ثقافت، ریاستی خدوخال، حکومتی ڈھانچوں، مذہبی پس منظر، مساکن کے خدوخال، رہنے والوں کی طبیعتوں سے روشناس ہوا جاتا ہے۔ تاریخ اپنے اندر تلخ یادیں بھی لیے ہوتی ہے اور خوبصورت لمحوں کو بھی بیان کر رہی ہوتی ہے۔ ذیل کی سطور میں ڈیرہ غازیخان کی تاریخ اور تعارف مذکور ہے۔ اس بابت درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے:

[1]. M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, Ghazi University, DG Khan
[2]. Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Ghazi University, DG Khan
[3]. Lecturer (V), Department of Islamic Studies, Ghazi University, DG Khan

1: تواریخ ضلع ڈیرہ غازی خان:

یہ کتاب منشی حکم چند نے تصنیف کی۔ جو کہ حکومت برطانیہ کی طرف سے اکسٹرا اسسٹنٹ کے عہدہ پر فائض تھے۔ آپ نے سب سے پہلے ضلع ڈیرہ غازیخان کی اراضی کا بندوبست کیا۔ ان سے قبل ڈیرہ غازیخان کی اراضی کا کوئی بندوبست موجود نہ تھا۔ یہ کتاب ۱۸۷۵ء میں لکھی گئی اور برطانوی حکومت کی زیر نگرانی انڈس پبلیکیشنز، کراچی سے ہی ۱۸۷۶ء میں طبع ہوئی۔ راقم کو اس کا جو نسخہ ملا، وہ طبع دوم ہے جس پر سن طباعت ۱۹۹۲ء درج ہے۔ یہ طبع اسی پہلے طبع کا ہی عکس ہے۔

2: تاریخ ضلع ڈیرہ غازیخان:

یہ کتاب پروفیسر عبدالقادر خان احمدانی (لغاری) بلوچ کی تصنیف ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن 1987ء میں طبع ہوا۔ راقم نے جس کتاب سے استفادہ کیا وہ طبع دوم ہے جو کہ ۲۰۲۱ء میں ہوئی اور اس کا ناشر بولان بلوچی اکیڈمی، ڈیرہ غازی خان ہے۔

3: ڈیرہ غازیخان گزیٹیئر:

یہ کتاب دراصل ایک گزٹ ہے جس کے مصنف اے ایچ ڈائیک (Dike, A.H) ہیں۔ جو کہ ڈیرہ غازیخان کے حکومت برطانیہ کی طرف سے بندوبست آفیسر مقرر ہوئے تھے۔ اس کا پہلا ایڈیشن 1883ء میں طبع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن بعض ترامیم کے ساتھ 1898ء میں طبع ہوا۔ اس کا ترجمہ یاسر جواد نے کیا۔ کتاب کے شروع میں کسی قسم کا دیباچہ یا مقدمہ موجود نہیں اور نہ ہی یاسر جواد نے ترجمہ میں کوئی اضافہ یا ترمیم کی ہے۔ یہ ترجمہ 2016ء میں الفیصل ناشران، لاہور نے طبع کیا۔

4: مرقع ڈیرہ غازیخان:

یہ کتاب غلام علی خان بلوچ نتکانی کی تصنیف ہے۔ جمہوری کتاب گھر، تونسہ شریف سے اس کتاب کو 1986ء میں طبع کیا گیا۔

5: ڈیرہ غازی خان تاریخ کے آئینے میں:

یہ کتاب مظہر علی خان لاشاری کی تصنیف ہے۔ جو کہ علم و عرفان پبلشرز، لاہور سے 2017ء میں طبع ہوئی۔

6: تاریخ ڈیرہ غازیخان:

اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر احسان احمد چنگوانی ہیں۔ یہ کتاب دراصل ایک مجلہ ''ماہنامہ اوتا، ڈیرہ غازیخان'' کا خصوصی شمارہ ہے جس میں صرف تاریخ ڈیرہ غازیخان بیان ہوئی ہے۔ یہ مجلہ نومبر 2003ء میں طبع ہوا اور مکمل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

ڈیرہ غازیخان کا آغاز:

تاریخی روایات کہ جو نسل در نسل سے سنی جا رہی ہیں ان کے مطابق ایک سردار کہ جن کا نام نامی نواب حاجی خان میرانی بیان کیا جاتا ہے نے تقریباً 1476ء میں اپنے محبوب اور اکلوتے فرزند سردار غازی خان کے نام پر ایک چھوٹی بستی ''**ڈیرہ غازی خان**'' کے نام سے دریائے سندھ کے مغربی کنارے آباد کی۔ جبکہ کوہ سلیمان کا سلسلہ بھی مغربی طرف پوری شان و شوکت کے ساتھ موجود ہے۔ یہ پہاڑی سلسلہ انتہائی طویل ہے جو کہ بلوچستان، پنجاب اور خیبر پختونخواہ میں پھیلا ہوا ہے۔ بعد ازاں برطانوی استعمار نے 1849ء میں ڈیرہ غازی خان کو ضلع کا

درجہ دیا تھا۔ سردار غازی خان نے 1494ء میں وفات پائی۔[4] اس کی وفات کے بعد اس بیٹا سردار حاجی خان دوم ڈیرہ غازیخان کا نواب اور سردار بنا۔[5] اس شہر کی وجہ تسمیہ کی بابت منشی حکم چندر قمطراز ہیں:

> ''اس ضلع میں سب شہروں میں بڑا شہر ڈیرہ غازیخان برلب دریاء سندھ وسط میں واقع ہے۔ جو نواب غازی خان حاکم وقت نے زمانہ سابق میں آباد کیا تھا۔ اس لیے ڈیرہ غازیخان مشہور ہوا۔اسی شہر میں ابتدائی علمداری سرکاری صدر مقام، کچہری وچھاؤنی موجود ہے''[6]

نواب حاجی خان میرانی نے دریا سے 15 میل دور اپنے لیے ایک مقبرہ تعمیر کروایا تھا جو کہ ''**مقبرہ نواب حاجی خان میرانی**'' کے نام سے ہی معروف ہے۔ مقبرہ کی یہ تعمیر 1489ء کے ایام کی ہے۔ نواب حاجی خان نے اس مقبرہ کے لیے خاص سرخ پکی اینٹیں تیار کروائی تھیں جن کے لیے باقاعدہ چار بڑی بھٹیاں تعمیر کی گئی تھیں۔ جبکہ تعمیر کے لیے کاریگر ملتان سے بلائے گئے تھے۔ یہ مقبرہ پوری آب وتاب کے ساتھ آج بھی مضبوطی کے ساتھ کھڑا ہوا ہے جبکہ اس کی تعمیر کو 600 برس سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے۔ مقبرہ کی اندرونی دیواروں پر قرآنی آیات کندہ ہیں۔ پہلے پہل مقبرہ کے ساتھ ایک مربع پر محیط خوبصورت وکشادہ باغ ہوا کرتا تھا۔ جو کہ حوادث زمانہ کا شکار ہو گیا ہے۔ اب وہاں معروف وقدیم قبرستان ایک صوفی بزرگ ملا قائد شاہؒ کے نام سے موسوم ہے جو کہ روایات کے مطابق بغداد سے پہلے اچ شریف آئے اور بعد میں یہاں آکر مقیم ہو گئے۔ اس مقبرہ میں پہلی قبر نواب حاجی خان میرانی کی ہے۔ جبکہ احاطہ میں کل 11 قبریں موجود ہیں جو کہ میرانی سرداران اوران کی اولاد کی ہیں جنہوں نے اس خطہ پر حکمرانی کی۔[7]

قدیم ڈیرہ غازیخان کی تباہی:

جیسا کہ یہ بات پہلے بیان ہوئی ہے کہ پرانا ڈیرہ غازیخان دریائے سندھ کے کنارے آباد کیا گیا تھا جو کہ پاکستان کا سب سے بڑا دریا ہے۔ یہ دریا کوہستان سے نکل کر کاشغر، لداخ، تبت، چیلاس، ہزارہ اور اٹک سے ہوتا ہوا ڈیرہ غازیخان سے گزر کر بحیرہ عرب میں جا شامل ہوتا ہے۔ دریائے سندھ میں آنے والی طغیانی بہت بے رحم ہوتی ہے۔ اس دریا کی بابت منشی حکم چند بیان کرتے ہیں:

> ''اسے اباسین بولتے ہیں۔ ابا (عربی وپشتو میں باپ کو) اور سین (پانی کو کہتے ہیں) گویا یہ دریا سب دریاوں کا باپ ہے۔''[8]

---

[4]: اے ایچ ڈائیک، ڈیرہ غازیخان گزیٹیئر، ترجمہ: یاسر جواد (لاہور: الفیصل ناشران، 2016ء)، 40۔

[5]: غلام علی خان نیکانی، مرقع ڈیرہ غازیخان (تونسہ شریف: جمہوری کتاب گھر، 1986ء)، 1:113۔

[6]: منشی حکم چند، تواریخ ضلع ڈیرہ غازیخان (کراچی: انڈس پبلیکیشنز، 1992ء)، 2۔

[7]: مظہر علی خان لاشاری، ڈیرہ غازیخان تاریخ کے آئینے میں (لاہور: علم وعرفان پبلیشرز، 2017ء)، 30۔

[8]: منشی حکم چند، تواریخ ضلع ڈیرہ غازیخان، 5۔

تاریخ میں تقریباً 20 سے زائد مرتبہ دریائے سندھ کے شدید سیلاب کے واقعات ملتے ہیں کہ جن میں اس دریا نے شہری آبادی پر متعدد زوردار حملے کیے۔ 1909ء میں ایک شدید سیلابی ریلے نے قدیم ڈیرہ غازیخان کو مکمل طور پر تباہ کردیا جبکہ کثیر لوگ اپنی جان بچانے میں کامیاب رہے۔ یہ آبادی یا یوں کہہ لیجیئے کہ قدیم ڈیرہ غازیخان کی حدود غازی گھاٹ پل سے تھانہ دراہمہ تک تھی۔ بعد ازاں برطانوی حکومت نے دریا سے دور یہ نیا شہر بسایا جو آج موجود ہے۔[9] تھانہ دراہمہ پر ایک بڑا اور مضبوط بند موجود ہے جو نئے شہر کو سیلاب سے محفوظ رکھنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ ڈیرہ غازیخان میں پرانے وقتوں میں پھولوں کی کثرت ہوتی تھی جس کی وجہ سے مقامی لوگ اور بعض مسافر و پردیسی لوگ اسے ''پھلاں دا سہرا/پھولوں کا ہار'' کہا کرتے تھے۔

آب وہوا:

ڈیرہ غازیخان کی آب وہوا کی بابت منشی حکم چند لکھتے ہیں:

> ''آب وہوا اس ضلع کی سرد خشک ہے۔ علاقہ پچادھ میں گرمی کی شدت ہے۔ سب سے زیادہ گرمی ماہ جون اور سب سے زیادہ سردی ماہ جنوری میں ہوتی ہے۔''[10]

یہاں بارشیں نسبتاً کم ہوتی ہیں اس وجہ سے یہاں کے پہاڑ خشک ہیں اور درخت کم ہیں۔ اسی سبب سے گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ ڈیرہ غازیخان کا وہ علاقہ جو دریا کے پاس ہے وہاں کا پانی شیریں ہے جبکہ شہر کا پانی کھاری ہے جو پینے سے بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔ اب اکثر جگہ بور ہو رہے ہیں جن کی گہرائی 800 فٹ تک ہوتی ہے ان سے اکثر اوقات شیریں پانی نکل آتا ہے۔ سال میں اوسطاً بارش 6 انچ ہوتی ہے۔ جبکہ ماضی قریب میں 1975ء کے ایام میں زیادہ بارشیں یہاں ریکارڈ ہوئی ہیں۔[11]

ڈیرہ غازیخان کی جغرافیائی تقسیم:

جغرافیائی طور پر ڈیرہ غازیخان کو 4 حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

1: پہاڑی 2: پچادھ 3: سندھ 4: بیٹ[12]

ڈیرہ غازیخان میں مقیم بلوچ قبائل:

یہاں شروع سے بلوچوں کا تسلط رہا کہ اس جگہ کے بانی بلوچ تھے۔ ان کا جدامجد ''جلال خان'' تھا جس کے درج ذیل ۴ بیٹے اور ایک بیٹی تھی:

1: رندو 2: لاشاری 3: ہور (اسے ہوت خان بھی لکھا گیا ہے)[13] 4: کورائی 5: جتو (دختر)

---

[9]: مظہر علی خان لاشاری، ڈیرہ غازیخان تاریخ کے آئینے میں، 33۔

[10]: منشی حکم چند، تواریخ ضلع ڈیرہ غازیخان، 21۔

[11]: ڈاکٹر احسان احمد چنگوانی، تاریخ ڈیرہ غازیخان (ڈیرہ غازیخان: اوتا پبلشرز، 2006ء)، 46۔

[12]: عبدالقادر خان احمدانی، تاریخ ضلع ڈیرہ غازیخان (ڈیرہ غازیخان: بولان بلوچی اکیڈمی، 2021ء)، 34۔

[13]: عبدالقادر خان احمدانی، تاریخ ضلع ڈیرہ غازیخان، 94۔

جن کی اولاد اپنے آباء کے نام کے ساتھ مشہور ہوئی۔ یہ بادیہ نشین لوگ تھے۔ان کا اولین مسکن ترکمان ہے اور یہ ماوراء النہر میں بھی سکونت مذیر تھے۔ رفتہ رفتہ یہ ایران میں منتقل ہوئے۔ تب یہ فارسی بولا کرتے تھے۔ بلوچی زبان کا اصل ماخذ فارسی زبان ہی ہے۔ انہوں نے بعض الفاظ بدلے ہیں جبکہ بعض الفاظ میں سے کسی ایک حرف کو بدلا ہے۔ مثلاً: پانی کو فارسی میں ''آب'' کہتے ہیں۔ جبکہ بلوچی میں اسے ''آف'' کہتے ہیں۔ بعد ازاں یہ بلوچ قبائل بلوچستان اور ڈیرہ غازیخان میں کثرت سے آباد ہوئے۔ قدیم بلوچ قوم تین بڑے قبائل (بروہی، رند، بگٹی) میں تقسیم تھی۔ یہاں ڈیرہ غازیخان میں مقیم بلوچ اقوام زیادہ تر ''رند'' کی ذیلی شاخیں اور اولادیں ہیں۔ جنہیں عرف عام میں ''پھکلی'' کہا جاتا ہے۔[14] ان بلوچ قبائل کو عرف عام میں ''**تمن**'' کہا جاتا ہے۔ یہ کل 9 تمن ہیں۔ان میں سے ہر ایک کا ''تمندار'' یعنی سردار ہوتا ہے۔ ان کی ذیلی شاخیں یعنی کہ اقوام متعدد ہیں۔ان ذیلی اقوام کا ذکر علیحدہ آئے گا۔ یہ تمن قبائل مخصوص و محدود مقامات پر رہتے ہیں، یعنی یوں سمجھ لیجیے کہ ہر تمن قبیلہ ایک مخصوص علاقے کا مالک و وارث ہے۔ ذیل میں ان کا مختصر تعارف مذکور ہے۔

1: تمن مزاری:

مزاری قبیلہ، رند قبیلہ کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ بگٹی قبائل کے ساتھ ان کی لڑائیاں معروف ہیں۔ یہ قبیلہ کثیر تعداد میں کوہ سلیمان کے دامن کے ساتھ روجھان کے علاقہ میں آباد ہے اور جیکب آباد تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ قبیلہ بلوچ قبائل میں اپنی بہادری اور مہمان نوازی کی وجہ سے معروف ہے۔

2: تمن لغاری:

یہ قبیلہ سردار عالی خان کی نسل سے ہے۔ دراصل یہ علیانی ہی ہیں جو لغاری کہلاتے ہیں۔ یہ لڑاکا تھے۔ انہوں نے بلوچستان کے علاقہ بارکھان اور چوٹی کے علاقہ جات میں آکر لڑائیاں لڑیں اور پھر یہاں سکونت اختیار کی۔[15] یہ زمانہ ہمایوں بادشاہ کا زمانہ تھا۔اس وقت لغاری قوم کی قیادت میر رندو خان لغاری کے پاس تھی۔ سردار عالی خان اور سردار میر رندو خان کی آخری آرام گاہیں چوٹی میں ہی واقع ہیں لیکن حوادث زمانہ نے ان کی حالت بوسیدہ کر دی ہے۔اسی لغاری قبیلہ کے سردار فاروق احمد خان لغاری مرحوم پاکستان کے صدر رہ چکے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس قبیلہ کو سیاست کرنا آتی تھی اور سیاست میں انہوں نے عروج حاصل کیا تھا۔[16]

فورٹ منرو:

کوہ سلیمان کے سلسلہ میں اور تمن لغاری کی حدود میں ایک بلند پہاڑ اناری مول ہے۔ جسے بعد ازاں فورٹ منرو کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ صحت افزا مقام ہے اور سطح سمندر سے 6300 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔[17] گرمیوں میں یہاں کا موسم ٹھنڈا رہتا ہے۔ برطانوی دور

---

[14]: منشی حکم چند، تواریخ ضلع ڈیرہ غازیخان، 68۔

[15]: اے ایچ ڈائیک، ڈیرہ غازیخان گزیٹیئر، ترجمہ: یاسر جواد، 94۔

[16]: عبدالمنان شورش اثری، از ابو بکر صدیق، ڈیرہ غازیخان، 4 نومبر 2023ء، وقت رات 9 بجے۔

[17]: اے ایچ ڈائیک، ڈیرہ غازیخان گزیٹیئر، ترجمہ: یاسر جواد، 18۔

حکومت میں تقریباً1889ء کے ایام میں لیہ کے کمشنر مسٹر منرو نے یہاں تک رسائی کے لیے ایک چھوٹی سڑک بنوائی تھی۔اب تو راستے بہت کشادہ ہو چکے ہیں اور خطرناک گھاٹیوں پر بڑے پُل بنادیے گئے ہیں۔ یہ راستہ گوادر سے پورے ملک میں تجارت کے لیے اہمیت کا حامل ہے۔

3: تمن بزدار:

''بُز'' بلوچی زبان کا لفظ ہے۔ یہ لفظ بکری کے لیے مستعمل ہے۔ جبکہ فارسی زبان میں بھی بکری کو "بُز" کہتے ہیں۔ یہ لوگ بکریوں کے بڑے بڑے ریوڑ پالا کرتے تھے جن کی وجہ سے بزدار کہلائے۔اصلاً یہ قبیلہ رندوں سے نکلا ہے۔ پہلے پہل یہ سبی کے مضافات میں آباد تھے۔ بعدازاں ڈیرہ غازیخان آئے تو کوہ سلیمان کے دامن میں ''بارتھی پہاڑ'' کے آس پاس آباد ہوگئے۔ان کے علاقے کو''''کھڈ بزدار'' کہا جاتا ہے۔[18] یہ پہاڑی علاقہ ڈیرہ اسماعیل خان کے قریب ہو جاتا ہے۔اس قبیلہ کے بعض خاندان چوٹی، جام پور، راجن پور اور فاضل پور بھی جا کر آباد ہوئے۔ یہ قبیلہ شروع سے سیاست میں رہا۔ بلکہ قبائلی روایت یہ بھی ملتی ہے کہ یہ قبیلہ باقاعدہ جنگجو مشہور تھا۔ان کی لڑائیں دیگر تمن داروں سے بھی ہوتی تھیں۔ سکھ قوم کے ساتھ ان کی لڑائی ہوئی تو انہوں نے کم وبیش 700 سے زائد سکھوں کو قتل کیا تھا۔ یہ قبیلہ شروع سے سیاست میں رہا۔ سردار فتح محمد خان بزدار مرحوم متعدد مرتبہ صوبائی اسمبلی کے ممبر بنے۔ بعدازاں ان کے فرزند سردار عثمان احمد خان بزدار صوبہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ رہے۔ان کی وزارت کا دورانیہ 20 اگست 2018ء سے لے کر 30 اپریل 2022ء تک محیط ہے۔انہوں نے اپنے دور میں جنوبی پنجاب کے لیے چند نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ بطور مثال اپنے والد مرحوم کے نام پر امراضِ قلب کے لیے شہر ڈیرہ غازی خان میں ایک ہسپتال تعمیر کیا۔اس ہسپتال کا مکمل نام درج ذیل ہے:

"Sardar Fateh Muhammad Khan Buzdar Institute Of Cardiology."

پہاڑی سلسلوں میں رہائش پذیر بلوچ قبائل ہوں یا جام پور، راجن پور، فاضل پور، تونسہ شریف وغیرہ کے مکین، ان تمام کے لیے یہ ہسپتال کسی نعمت غیر مترکبہ سے کم نہیں۔

4: تمن کھوسہ:

کھوسہ قوم کے جدامجد سردار ہوت خان کو کہا جاتا ہے۔[19] یہ قبیلہ زیادہ تر یارو کھوسہ، کوٹ مبارک اور کوٹ بہادر گڑھ میں مقیم ہے۔ سردار بہادر خان دراصل سردار کوڑا خان کھوسہ کا فرزند تھا۔ سردار کوڑا خان کھوسہ نے 1871ء میں وفات پائی۔ان کے بیٹے کے نام پر کوٹ بہادر گڑھ بسایا گیا۔اس کا پرانا نام ''باطل تھا''۔[20] جبکہ اس قبیلہ کے بعض خاندان صوبہ سندھ میں بھی باقاعدہ آباد ہیں۔ کھوسہ قبیلہ کے لیے یہ

---

[18] طارق فاروقی، ازابو بکر صدیق، ڈیرہ غازی خان، 4 نومبر 2023ء، وقت دوپہر 2 بجے۔

[19]: منشی حکم چند، تواریخ ضلع ڈیرہ غازیخان، 82۔

[20]: فاروق خان کھوسہ، ازابو بکر صدیق، ڈیرہ غازی خان، 5 نومبر 2023ء، سہ پہر 4 بجے۔

بات مشہور ہے کہ انہوں نے آپس میں سرداری وغیرہ کی دوڑ میں خوب لڑائیاں لڑی ہیں۔ کرسی اور اقتدار حاصل کرنے کے لیے بھائیوں نے ایک دوسرے کا خون ناحق بہایا۔

کھوسہ قبیلہ بھی سیاست میں عروج پر رہا۔اس قبیلہ سے سردار ذوالفقار خان کھوسہ صوبہ پنجاب کے گورنر رہے۔ جبکہ کچھ عرصہ کے لیے ان کے چھوٹے فرزند سردار دوست محمد خان کھوسہ صوبہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ رہے۔ دیگر کئی سرداران قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں منتخب ہوتے رہے اور اپنے اپنے علاقوں کی ترقی میں کردار ادا کیا۔

5: تمن لنڈ:

اس قبیلہ کے جدامجد سردار میر جاڑو خان تھے۔ یہ قبیلہ دراصل رند قبیلہ سے ہے جو کہ بعدازاں لنڈ مشہور ہوئے۔ زیادہ تر یہ قبیلہ شادن لنڈ اور ٹبی لنڈان میں آباد ہے۔ اس قبیلہ کے قدیم اور نامور سرداروں میں سردار مظہر خان لنڈ، سردار فضل خان لنڈ اور سردار اسماعیل خان لنڈ کے نام نامی ملتے ہیں۔ اس قبیلہ کے لوگ بہت مہمان نواز ہیں۔ اس قبیلہ کے متعدد سردار صوبائی اور قومی اسمبلی میں منتخب ہو چکے ہیں۔ [21]

6: تمن قیصرانی:

یہ قبیلہ ڈیرہ غازیخان کی آخری حد شمالی، کوہ سلیمان کے دامن میں ڈیرہ اسماعیل خان کے قریب آباد ہے۔ وہ علاقہ ''تمن قیصرانی'' کہلایا جاتا ہے۔ ان کے مورث اعلیٰ قیصر خان یہاں آکر آباد ہوئے۔ ان کے بعد سردار کوڑا خان قیصرانی ان کے آباء میں سے معروف ہیں۔ بعدازاں ان کے ورثاء سردار فضل علی خان قیصرانی اور سردار مٹھا خان قیصرانی قیصرانی قبیلہ کے سردار بنے۔ یہ بڑے جفاکش، زورآور اور سخت مزاج لوگ ہیں۔ ان کے آباء واجداد اکثر پہاڑوں میں زندگی بسر کیا کرتے اور میدانی علاقوں میں کم ہی آیا کرتے تھے۔ ان کی اکثر زندگی چھوٹی، بڑی لڑائیوں میں گزری ہے۔ راقم کو یہ بات تمن قیصرانی کے قریب ''ریتڑہ'' کے علاقہ میں رہنے والے ایک واقف نے بتائی کہ قیصرانی قبیلہ کے لوگ سرکاری افسران کو بھی اغوا کر کے پہاڑوں میں لے جاتے تھے کہ جس کی وجہ سے کوئی قانونی ادارہ ان پر چڑھائی کرتے ہوئے ان کے علاقہ میں جانے سے ڈرا کرتا تھا۔ [22]

7: تمن کھیتران:

کھیتران اصلاً افغانی النسل ہیں۔ خراسان سے آئے اور یہ زیادہ تر بلوچستان کے علاقہ بارکھان میں آباد ہیں۔ اس قبیلہ کا گزر بسر کھیتی باڑی پر ہے۔ اس قبیلہ کے بعض خاندان لیہ، وہوا، تونسہ شریف اور ڈیرہ اسماعیل خان میں بھی جا کر آباد ہوئے۔ اس قبیلہ کے قدیم اور بڑے سرداروں میں سردار میر حاجی خان کھیتران اور سردار محمود خان کھیتران کا نام شامل ہے۔ کھیتران قبیلہ کی اکثر مری قبیلہ کے ساتھ جھڑپیں ہوتی تھیں جو وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو گئیں۔

---

[21]: مظہر علی خان لاشاری، ڈیرہ غازیخان تاریخ کے آئینے میں، 60۔

[22]: محمد عمران، از ابو بکر صدیق، ڈیرہ غازیخان، 5 نومبر 2023ء، وقت رات 7 بجے۔

8: تمن گورچانی:

یہ قبیلہ مکران کی ساحلی پٹی سے ماڑی پہاڑ اور لعل گڑھ، داجل، جامپور اور راجن پور کی طرف ہجرت کر آیا تھا۔اس تمن کے جنوب میں تمن دریشک ہے۔اس قبیلہ کے مورث اعلیٰ سردار گورش خان تھے۔ جس کی نسبت سے یہ لوگ گورچانی مشہور ہوئے۔ گورچانی قبیلہ کے افراد لڑاکا تھے۔انہوں نے سکھوں کے ساتھ متعدد جنگیں لڑیں۔ان میں ایک معروف سردار بجر خان گورچانی تھے جنھوں نے سکھوں سے ایک مضبوط قلعہ چھینا تھا جسے ''قلعہ ہڑنڈ'' کہا جاتا تھا۔اس قبیلہ کی تمن مزاری، تمن لنڈ، تمن مری اور بگٹی قبائل سے اکثر جنگ رہتی تھی۔اس قبیلہ نے سیاست میں بھی نام کمایا ہے۔ سردار پرویز اقبال گورچانی کے فرزند سردار شیر علی خان گورچانی پنجاب اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر رہ چکے ہیں۔آپ کا یہ دورانیہ 2013 سے 2018 تک محیط تھا۔

9: تمن دریشک:

یہ اصلاً ایرانی النسل ہیں۔ مکران کی ساحلی پٹی میں یہ لوگ مقیم تھے۔ بعد ازاں یہ راجن پور اور اس کے مضافات مثلاً: کوٹلہ گاموں خان، محمد پور، کوٹلہ نصیر، فتح پور اور آسنی پہاڑ وغیرہ میں ہجرت کر آئے اور آباد ہو گئے۔اس قبیلہ کے علاقہ یعنی تمن دریشک کی سرحد جنوب میں تمن مزاری اور شمال میں تمن گورچانی سے ملحق ہے۔ یہ قبیلہ نسبتاً امن پسند قبیلہ مشہور ہے۔ برطانوی استعمار نے دریشک سرداروں کو دیوانی اور فوجداری اختیار تفویض کیے تھے۔اس قبیلہ پاکستان کی سیاست میں اہم عہدوں پر فائز رہے۔

تمن داروں کے بنگلے:

ان 9 تمن قبائل کے سرداروں کو انگریز حکومت نے بڑی رہائش گاہیں الاٹ کی تھیں جن کو ان کی ملکیت بنایا گیا تھا۔ یہ رہائش گاہیں اب صرف 3 تمن سرداروں نے سنبھال کر رکھی ہوئی ہیں۔ پہلی رہائش گاہ تمن کھوسہ کے سردار ذوالفقار خان کھوسہ کے پاس ہے۔ یہ 2 ایکڑ پر محیط ہے۔1960ء میں اس کی تعمیر نو ہوئی تھی۔ بعد ازاں 2009ء میں اسے دوبارہ تعمیر کیا گیا تھا۔ دوسری رہائش گاہ تمن بزدار کی ہے جو کہ کھوسہ ہاؤس کے عقب میں ہے جبکہ تیسری رہائش گاہ تمن دریشک کی ہے جس میں اس وقت چیف دریشک سردار احمد علی خان دریشک رہائش پذیر ہیں۔ باقی تمن سردار اپنی رہائش گاہیں بیچ گئے تھے۔

ڈیرہ غازی خان کی رود کوہیاں:

ڈیرہ غازیخان کے مغرب میں کوہ سلیمان کا بلند و بالا اور طویل سلسلہ ہے۔ جبکہ مشرق میں دریائے سندھ بہہ رہا ہے۔ گویا زمین کے نشیب کا رخ مغرب سے مشرق کی طرف ہے۔ پہاڑی سلسلوں پر جب بارش ہوتی ہے تو بارش کا پانی انتہائی تیزی کے ساتھ نشیب کی طرف آتا ہے۔ یہ پانی اکثر اپنا راستہ خود بنالیتا ہے جو مستقل بنیادوں پر قائم رہتا ہے۔ان برساتی نالوں کو ''رود کوہی'' بولا جاتا ہے۔ اکثر رود کوہیاں دریا سے زیادہ بڑی اور زیادہ طغیانی والی ہوتی ہیں۔

1: سنگھڑ رود کوہی:

اسے سنگھڑ نالہ بھی بولتے ہیں۔ یہ رود کوہی افغانستان سے آرہی ہے اور اس کا اختتام دریائے سندھ میں ہوتا ہے۔ یہ ایک بڑے دریا کی مانند

ہے۔اس میں سے گزرنے والا بارشی پانی شدید طغیانی کا حامل ہوتا ہے۔اس رود کوہی کے قریب تونسہ شریف کا شہر آباد ہے۔ سن 2022ء میں اس رود کوہی نے تونسہ شریف، منگروٹھہ، تمن بزدار، تمن قیصرانی اور دیگر مضافاتی علاقوں کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔

2: سُوری لنڈ رود کوہی:

یہ رود کوہی شادن لنڈ اور کالا کے علاقے میں کوہ سلیمان سے آتی ہے۔ بارش کے موسم میں اس کی طغیانی شدید ہوتی ہے۔ جبکہ مقامی لوگ اس سے اپنی فصلوں کو بھی سیراب کرتے ہیں۔2022ء کے سیلاب میں اس رود کوہی نے اپنی گزگاہ کے قریب کی بستیوں کو ختم کر دیا تھا۔

3: وَڈور رود کوہی:

یہ رود کوہی کوہ سلیمان سے ڈیرہ غازیخان شہر کی طرف آتی ہے۔ماضی قریب یعنی 2012ء میں جب پہاڑی سلسلوں پر شدید بارشیں ہوئیں تو وڈور رود کوہی نے شہر ڈیرہ غازیخان کو نقصان پہنچایا تھا۔ جبکہ 2022ء کے سیلاب میں بھی اس رود کوہی نے شہر کے مضافات کو تباہ کیا تھا۔اسی رود کوہی نے 1872ء میں نواب حاجی خان کے مقبرہ کو بھی نقصان پہنچایا تھا جس سے اس کی چھت گر گئی تھی۔ بعدازاں انگریز حکومت نے چھت کو دوبارہ تعمیر کیا تھا۔

4: سخی سرور رود کوہی:

سخی سرور رود کوہی بلوچستان سے آرہی ہے۔ بلوچستان کے پہاڑی سلسلوں پر جب بارش ہو تو کم و بیش 3 گھنٹوں کے بعد یہ رود کوہی پوری قوت کے ساتھ چلنے لگتی ہے۔ سخی سرور شہر سے اس کا نظارہ خوبصورت ہوتا ہے۔[23]

5: کوڑا رود کوہی:

یہ رود کوہی تونسہ شریف کے قریب وہوا کے علاقے سے گزر رہی ہے جو کہ کوہ سلیمان سے شروع ہوتی ہے اور دریائے سندھ میں جا کر شامل ہو جاتی ہے۔اس پر حکومت پنجاب نے ''کوڑا رود کوہی پروجیکٹ'' بنایا ہے۔تاکہ اس کا پانی محفوظ کیا جائے اور زراعت کے کام آئے۔

6: وہوا رود کوہی:

یہ رود کوہی بھی وہوا کے علاقے کی رود کوہی ہے۔اس پر بھی حکومت نے پراجیکٹ بنایا ہے۔

ڈیرہ غازیخان کی زبانیں:

یہاں زیادہ تر سرائیکی اور بلوچی زبان بولنے والے قبائل آباد ہیں۔ سرائیکی زبان کا ماخذ سنسکرت زبان ہے۔ جبکہ سندھی زبان دراصل سرائیکی زبان سے وجود میں آئی۔ یہاں قدیم زمانے میں ہندو قلیل تعداد میں آباد تھے جو سرائیکی زبان بولا کرتے تھے۔ آج بھی اصل سرائیکی زبان میں سنسکرت کے الفاظ مستعمل ہیں۔اس بات کی دلیل ہمیں منشی حکم چند کی کتاب سے بھی ملتی ہے جو کہ ضلع ڈیرہ غازیخان کے اکسٹرا اسسٹنٹ تھے اور آپ نے سب سے پہلے اس قطعہ کی اراضی کا بندوبست کیا تھا۔ یہاں بولی جانے والی زبان کی بابت آپ رقمطراز ہیں:

''پچادھ وہ ہے جو سندھ سے جانب غرب واقع ہے اور اس ملک کی زبان میں پچادھ نام غرب کا ہے اس واسطہ

[23] : مظہر علی خان لاشاری، ڈیرہ غازیخان تاریخ کے آئینے میں، 83۔

بھی اس کو پچاہد کہا جاتا ہے۔"[24]

"پچاہد" خالص سرائیکی زبان کا لفظ ہے جو کہ مغرب کی سمت کے لیے مستعمل ہے۔ منشی حکم چند کے یہ الفاظ سرائیکی زبان کے یہاں کی زبان ہونے پر دلیل ہیں۔ منشی حکم چند نے سرائیکی زبان کی بابت مزید لکھا:

"جب کوئی چھوٹا شخص بڑے کے ساتھ کلام کرتا ہے تو چند دعائیہ کلمات منہ سے نکال کر مخاطب کو بولتا ہے مثلاً جیوں، کھیر پیویں، بختاں آلا ہوویں، بخت زیادہ ہووی، پوتراں آلا ہوئیں۔۔۔۔۔۔اس ملک کے لوگوں کی زبان نرم اور حسن خلق سے بھری ہوئی پائی جاتی ہے۔"[25]

ڈیرہ غازیخان کے جنگلات:

ڈیرہ غازیخان کی تاریخ میں درج ذیل جنگلات کا ذکر ملتا ہے، ان میں سے بعض بڑے رقبہ پر محیط تھے جبکہ بعض کا رقبہ مناسب تھا:

1: رکھ(1000ایکڑ)	2: فاضل پور(5000ایکڑ)	3: کوٹلہ عیسن(7508ایکڑ)
4: دامن(9969ایکڑ)	5: کوضلہ حسن جمرہ(3168ایکڑ)	6: مرگھائی(800ایکڑ)
7: نور پور غربی(332ایکڑ)	8: اور ناصر(503ایکڑ)	9: شاہ گڑھ(233ایکڑ)
10: شکار پور(3508ایکڑ)	11: عظمت والا(4791ایکڑ)[26]	

ڈیرہ غازیخان میں مقیم اقوام:

ضلع ڈیرہ غازیخان میں درج ذیل اقوام مقیم ہیں۔(واللہ اعلم بالصواب)

1: بلوچ	2: رند	3: لاشاری	4: علیانی	5: جیانی
6: چنگوانی	7: احمدانی	8: کورائی	9: چانڈیہ	10: عمرانی
11: کھلول	12: ہوت	13: بزدار	14: وڈانی	15: ہیتانی
16: مشوری	17: سرکانی	18: بغلانی	19: عیسانی	20: مستوئی
21: جروار	22: ہالتی کھوسہ	23: دودائی	24: جسکانی	25: گبول
26: دستی	27: کلیانی	28: گوپانگ	29: سنجرانی	30: گشکوری
31: پتافی	32: کلاچی	33: گورمانی	34: جتوئی	35: سہرانی
36: گاڈی	37: برمانی	38: جندانی	39: تجانہ	40: بندوانی

[24]: منشی حکم چند، تواریخ ضلع ڈیرہ غازیخان، 2۔

[25]: ایضاً، 250۔

[26]: اے ایچ ڈائیک، ڈیرہ غازیخان گزیٹیئر، ترجمہ: یاسر جواد، 148۔

41:سکھانی 42:منگھیانی 43:بھٹی 44:اعوان 45:بھٹہ

46:ماچھی 47:ڈوم 48:گوری 49:جٹ شوری 50:سیال

51:مغل لوہار 52: سپل 53:سومرہ 54:وہوچے 55:خوجے شیخ

56:گنگاہ 57:ڈھانڈلہ 58:منجھوٹھے 59:گجر 60:بھاپے

61:جت 62:موہانے 63:مجاور 64:شیخ 65:ارائیں

66:کہیری 67:کمہار 68:زرگر 69:پونگر 70:چوہان 71:قریشی

72:گاذر 73:میراثی 74:غلزئی پٹھان 75:بادوزئی پٹھان 76:آغاسدوزئی

77:پراچہ

ڈیرہ غازی خان کی نئی بنیاد:

پہلے یہ بات گزر چکی ہے اصل ڈیرہ غازی خان دریا برد ہو چکا ہے۔اب جو شہر موجود ہے یہ 1910ء میں بسایا گیا تھا۔شہر کے بلاک باقاعدہ پیمائش کر کے بنائے گئے تھے۔ہر بلاک میں عام گلی کے لیے 15 فٹ کی جگہ مختص کی گئی تھی۔جبکہ عام شاہرائیں 40 سے 70 فٹ چوڑی بنائی گئی تھیں۔

محل ووقوع:

ڈیرہ غازیخان کے مشرق میں دریائے سندھ پوری آب وتاب کے ساتھ بہہ رہا ہے جبکہ مغرب میں کوہ سلیمان پوری شان وشوکت کے ساتھ کھڑا ہے۔مغرب میں بواٹہ چیک پوسٹ ڈیرہ غازیخان کی آخری حد ہے جو کہ بلوچستان کے آغاز میں موجود ہے۔شمال میں اس کی سرحد صوبہ خیبر پختونخواہ تک ہے جبکہ جنوب میں یہ صوبہ سندھ کے ضلع کشمور تک پھیلا ہوا ہے۔سندھ کی طرف آخری چیک پوسٹ شاہ والی ہے۔[27]

بلاک:

ڈیرہ غازیخان میں کل 67 بلاک ہیں۔یہ 550ایکڑ کے رقبے پر بنائے گئے تھے۔ہر بلاک تقریباً5ایکڑ رقبہ پر محیط ہے۔گلیاں کشادہ ہیں جبکہ چوک سرکار کی ملکیت ہیں۔جبکہ ان بلاکس کے علاوہ موضع گدائی، موضع غربی اور موضع چورہٹہ الگ شمار کیے جاتے ہیں۔

مندر:

پہلے یہ بات گزری ہے کہ ڈیرہ غازی خان میں کبھی ہندو بھی آباد تھے۔انہوں نے یہاں مندر تعمیر کیے تھے۔قدیم کتب میں درج ذیل معبد گاہِ ہنود کے نام ملتے ہیں:

1:مندر سری گوپی ناتھ جے 2:مندر شامجی لال جی(یہ سب سے معروف تھا)[28]

[27]:مظہر علی خان لاشاری، ڈیرہ غازیخان تاریخ کے آئینے میں،149۔

[28]:عبدالقادر خان احمدانی، تاریخ ضلع ڈیرہ غازیخان،59۔

3: مندر رام رائے جے	4: مندر نر سنگھ جی	5: ڈھنڈ لعل گر[29]

ان معبد گاہوں میں سے 2 مندر ابھی بھی موجود ہیں۔ ایک مندر بلاک H میں واقع ہے۔ جس کے ساتھ ایک دھرم شالہ یعنی مہمان خانہ بھی تھا جو کہ بعد ازاں سکول بنادیا گیا۔ اس کے بالکل قریب ایک مسجد بھی ہندوستان سے آنے والے مہاجرین نے تعمیر کر دی تھی۔ مندر میں جو بت نصب تھا وہ ہندو تقسیم ہند کے وقت اکھاڑ کر ساتھ لے گئے تھے۔ جبکہ دوسرا مندر بلاک 2 میں واقع ہے۔ اس میں علاقائی روایت کے مطابق سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کا تراشا ہوا بت موجود تھا۔ جواب موجود نہیں ہے۔[30]

کسی بھی علاقہ کے مکین کسی نا کسی مذہب سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ڈیرہ غازیخان میں کسی زمانے میں ہندو بھی مقیم رہے۔ جن کا مختصر احوال گزر چکا ہے۔ متعدد مرتبہ سکھوں نے بھی یہاں حملے کیے۔ انگریز حکمران یہاں پر رہے تو ان کے ساتھ عیسائی کمیونٹی بھی موجود تھی۔ قادیانیوں نے ایک مرتبہ یہاں زور پکڑا اور تمن قیصرانی کے کثیر لوگ قادیانی ہوئے۔ لیکن مسلمان یہاں اکثریت میں تھے اور ہیں۔ درج ذیل سطور کو بنیادی طور پر تین مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مبحث اول میں یہاں کی مساجد کا مختصر تعارف درج ذیل ہے جبکہ مبحث ثانی میں یہاں موجود لائبریوں کا مختصر تعارف درج کیا گیا ہے۔

قدیم ڈیرہ غازی خان کی مساجد:

ڈیرہ غازیخان میں متعدد قدیم مساجد و خانقاہیں تھیں جن کا ذکر قدیم کتب میں ملتا ہے۔ راقم کے زیر نظر سب سے قدیم کتاب "**تواریخ ڈیرہ غازیخان**" ہے جس کے مصنف منشی حکم چند ہیں۔ جو کہ سرکار برطانیہ کی طرف سے یہاں کی اراضی کے بندوبست متہم تھے۔ آپ نے یہ کتاب 1875ء میں لکھی۔ ان کے مطابق قدیم ڈیرہ غازیخان میں درج ذیل مساجد تھیں:[31]

1: جامع مسجد المعروف خان والی:

یہ جامع مسجد ضلع ڈیرہ غازیخان کی سب سے قدیم ترین جامع مساجد میں شمار کی جاتی ہے۔ یہ عظیم الشان مسجد نواب غازی خان اول (جن کے نام سے ڈیرہ غازی خان منسوب ہے) نے قدیم شہر ڈیرہ غازیخان کے عین وسط میں اپنی نگرانی میں تعمیر کروائی تھی۔ اس مسجد کے ستون انتہائی مضبوط تھے۔ جبکہ مسجد کی تقریباً تمام عمارت پر چینی نقاشی نقش تھی۔ یہ جامع مسجد نہایت خوبصورت تھی۔ اس جامع مسجد کی تعمیر پر اس زمانہ میں تقریباً پچاس ہزار روپیہ لاگت آئی تھی جو کہ نواب غازی خان اول نے خرچ کی تھی۔[32]

2: جامع مسجد نواب عبدالجبار خان:

یہ جامع مسجد بھی قدیم شہر ڈیرہ غازیخان کے وسط میں تھی اور پختہ چنائی کے ساتھ بنائی گئی تھی۔ اس وقت 1235ھ کا زمانہ تھا۔ سکھوں کے اقتدار کے وقت اسے سکھوں کی طرف سے ایک "دھرم شالا" بنادیا گیا تھا بعد ازاں برطانوی سرکار نے اسے واگزار کروایا تھا اور یہ قدیم اور

---

[29]: منشی حکم چند، تواریخ ضلع ڈیرہ غازیخان، 59۔

[30]: شاہ رخ، از ابو بکر صدیق، ڈیرہ غازی خان، 6 نومبر 2023ء۔ وقت صبح 1 بجے۔

[31]: منشی حکم چند، تواریخ ضلع ڈیرہ غازیخان، 33-34۔

[32]: غلام علی خان نتکانی، مرقع ڈیرہ غازیخان، 1:130۔

تاریخی مسجد مسلمانوں کو واپس کر دی گئی تھی۔

3: جامع مسجد چھوٹہ والی:

اس جامع مسجد کو مسجد چھٹہ خان والی بھی کہا جاتا تھا۔ یہ جامع مسجد بھی قدیم شہر ڈیرہ غازیخان کی مساجد میں شمار کی جاتی ہے۔ یہ جامع مسجد نواب چھوٹہ خان گو جر نے 1165ھ بمطابق 1756ء میں ذاتی دلچسپی اور ذاتی نگرانی میں تعمیر کروائی تھی۔ اس جامع مسجد کی تعمیر پختہ اور مضبوط تھی۔ یہ جامع مسجد بھی سکھ دور میں ''دھرم شالا'' بنادی گئی تھی بعد ازاں واگزار کروالی گئی اور مسلمانوں کو واپس کی گئی۔

4: جامع مسجد حاجی محمد خان والی:

قاضی حاجی محمد خان سدوزئی نے یہ جامع مسجد قدیم شہر ڈیرہ غازیخان میں خصوصی دلچسپی اور کڑی نگرانی میں تعمیر کروائی تھی۔ اسکی عمارت پختہ اور مضبوط تھی اور سرخ اینٹوں سے اس مسجد کی چنائی کی گئی تھی۔ یہ مسجد بھی سکھ دور میں ''دھرم شالا'' میں بدل دی گئی تھی بعد ازاں سرکار برطانیہ نے اسے دوبارہ مسجد کے طور پر بحال کیا اور مسلمانوں کو لوٹادی۔

5: جامع مسجد کلالہ والی:

اس کو جامع مسجد غلالے والی بھی کہا جاتا تھا۔[33] یہ جامع مسجد بھی گو جر سردار نواب محمود خان گو جر نے تعمیر کروائی جو کہ ڈیرہ غازیخان کے حاکم تھے۔ گو جر خاندان کی حکومت کے خاتمے کے ساتھ ہی یہ مسجد ویران ہو گئی تھی کہ کوئی اس کا اس طرح خیال رکھنے والا نہ تھا کہ جس طرح نواب محمود خان گو جر یا ان کے ورثاء رکھا کرتے تھے۔ یہ جامع مسجد خان والی کے بعد پورے علاقہ کی سب سے خوبصورت اور نفیس و دیدہ زیب جامع مسجد تھی کہ جہاں جمعہ اور عیدین کے موقع پر عوام کثیر تعداد میں آیا کرتی تھی۔

6: جامع مسجد سخی طاہر خان:

یہ جامع مسجد جامپور شہر، ضلع راجن پور سے آٹھ میل شمال میں واقع ہے۔ اس جامع مسجد کے بانی سردار سخی طاہر خان ناہڑ لودھی تھے جو کہ علاقہ سیت پور کے ایک نیک صفت حکمران تھے۔ یہ جامع مسجد انتہائی دیدہ زیب اور نفیس بنی ہوئی ہے۔ اس مسجد کو دیکھنے پر کس بادشاہی مسجد کا گمان گزرتا ہے۔ یہ جامع مسجد مغربی سمت کو چھوڑ کر باقی تین اطراف سے علاقہ کے ایک بڑے قبرستان میں گھری ہوئی ہے، ایک وقت ایسا بھی تھا کہ جس وقت یہ جامع مسجد مکمل ویران ہو گئی تھی۔ مشرقی پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین نے اسے دوبارہ سے آباد کیا تھا اور اس کے متولی بنے تھے۔ اس مسجد میں ایک قدیم ''چاہ'' یعنی میٹھے پانی کا کنواں بھی تھا جسے بعد ازاں ٹیوب ویل کے لیے استعمال کیا جانے لگا تھا۔[34]

شہر ڈیرہ غازیخان کی اہم لائبریریاں:

کتاب اور مکتبہ اقوام کی زندگی میں بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ہمہ قسمی ترقی اور کامیابی کتب کے ساتھ تمسک کے ذریعے حاصل ہوتی

---

[33]: غلام علی خان نتکانی، مرقع ڈیرہ غازیخان، 1:144۔

[34]: غلام علی خان نتکانی، مرقع ڈیرہ غازیخان، 1:97۔

ہیں۔ کتب کے ساتھ لو لگانا، کتب سے محبت کرنا، علم سے محبت کرنا، مکتبات و لائبریوں کو قائم کرنا اور اسے آباد رکھنے کے لیے فکری و عملی کوششیں کرنا زندہ اقوام کی علامت ہوتی ہے۔ قوم و ملت کے ذمہ دار اشخاص کو اس بات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ جیسے وہ دیگر سماجی و فلاحی کاموں پر توجہ دیتے ہیں اسی طرح وہ لائبریریوں کے قیام پر بھی توجہ دیں۔ حکومت کو ان لائبریریوں کا تحفظ کرنا چاہیئے اور ان کو در پیش مسائل کا تدارک اور سد باب کرنا چاہیئے۔

ڈیرہ غازیخان نسبتاً ایک چھوٹا شہر ہے۔ لیکن یہاں پر عمدہ مکتبات موجود ہیں جن میں قدیم و جدید کتب موجود ہیں۔ ذیل میں ایسے ہی چار مکتبات کا تعارف مذکور ہے:

1: الجنت لائبریری:

یہ لائبریری ڈیرہ غازیخان شہر میں پل پیارے والی سے بطرف مشرق داہنے ہاتھ پر موجود ہے۔ اس لائبریری کے روح رواں حافظ عبدالغفار خان بادوزئی ہیں۔ آپ علم دوست شخصیت ہیں۔ اس لائبریری کو آپ نے اپنی والدہ مرحومہ جنت بی بی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ لائبریری اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک منفرد ترین لائبریری ہے۔ اس لائبریری کو بلا مبالغہ ضلع ڈیرہ غازیخان کی بڑی لائبریری کہا جاسکتا ہے۔ اس میں قدیم عربی کتب کے نسخہ جات موجود ہیں۔ علوم القرآن الکریم، تفسیر القرآن الکریم، متون حدیث، شروحِ حدیث، کتب رجال، کتب جرح و تعدیل، کتب فقہ، کتب اصول فقہ، کتب اللغات، کتب الادب، کتب السیر و لمغازی، کتب التاریخ، تقابل ادیان و غیرہ پر ایک ضخیم مجموعہ اس لائبریری کی زینت ہے۔ اس لائبریری کے روح رواں حافظ عبدالغفار بادوزئی صاحب کو شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ غازی میں بھی مدعو کیا گیا تھا جہاں آپ نے ایک منعقدہ سیمینار میں کتب بینی اور مکتبات کے عنوان پر جامع گفتگو کی۔

2: مکتبہ عامہ مرکز ام القریٰ:

مرکز ام القریٰ ضلع ڈیرہ غازیخان میں طلبہ کے لیے ایک اہمیت کا حامل مدرسہ ہے۔ اس مدرسہ کی لائبریری میں عربی کتب کا وسیع خزانہ موجود ہے۔ یہاں ہر عنوان پر مصادر و مراجع کی حیثیت کی حامل عربی کتب میسر ہیں۔ شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ غازی کے طلبہ اس لائبریری میں استفادہ کے لیے وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں۔

3: مکتبہ مولانا عطاء اللہ ڈیروی ؒ:

مولانا عطاء اللہ ڈیروی بستی لاڑ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے اپنی مسجد میں ایک وسیع مکتبہ قائم کیا تھا جس کی دیکھ بھال کی ذمہ داری ان کی وفات کے بعد ان کے ورثاء سرانجام دیتے ہیں۔ اس مکتبہ میں اکثر کتب کے پرانے نسخہ جات موجود ہیں۔ یہ قدیم نسخہ جات ایک الگ ہی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ یہاں زیادہ تر مصادر و مراجع کی حیثیت رکھنے والی کتب عربی زبان میں ہیں۔

4: مکتبہ اثریہ:

یہ لائبریری گلشن اعجاز کالونی میں واقع ہے۔ اس کے روح رواں مولانا عبدالمنان شورش اثری ہیں، آپ مرکز ام القریٰ (مرکز المودہ) واقع

شاکر ٹاؤن ڈیرہ غازیخان میں حدیث کے استاذ ہیں۔ آپ صاحب قلم شخصیت ہیں اور کتب سے آپ کو خاص لگاؤ ہے۔ آپ کے پاس اردو مصادر و مراجع کا وسیع خزانہ موجود ہے۔ اکثر طلبہِ جامعات آپ کی لائبریری سے استفادہ کرتے ہیں۔

خلاصہ بحث:

ڈیرہ غازیخان تاریخی اعتبار سے اہمیت کا حامل ایک قدیم خطہ ہے۔ ابتداًیہ خطہ ڈیرہ اسماعیل خان سے لے کر کشمور، سندھ تک پھیلا ہوا تھا۔ جبکہ خاص ڈیرہ غازیخان کا شہر دریائے سندھ کے کنارے آباد تھا جو کہ بعد ازاں دریا برد ہوا اور دریا سے دور مغرب کی طرف نیا شہر بسایا گیا تھا۔ درج بالا سطور میں ڈیرہ غازیخان کی تاریخ، یہاں کے قبائل، زبان، آب وہوا وغیرہ کا جامع حال پیش کیا گیا ہے۔ جبکہ اس کے ساتھ ساتھ یہاں کی قدیم وتاریخی مساجد کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔